دنیا کی کوئی چیز بے فائدہ نہیں

(فرمودہ ۲۲- اپریل ۱۹۳۵ء)

۲۲- اپریل ۱۹۳۵ء بعد نماز عصر مسجد مبارک میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال ناظر اعلیٰ کا نکاح رقیہ بیگم صاحبہ بنت جناب سید محمود اللہ شاہ صاحب کے ساتھ دو ہزار روپیہ مہر پر پڑھا۔ [1]

خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد فرمایا :

یہ وہ خطبہ ہے جو نبی کریم ﷺ نکاح کے موقع پر فرمایا کرتے تھے۔ یہ ہمیں اسی طرف توجہ دلاتا ہے کہ دنیا کا ذرہ ذرہ اللہ تعالیٰ کی حمد ثابت کر رہا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ [2] یعنی سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور ہم ان تعریفوں کا اقرار کرتے ہیں۔ بہت سی ایسی چیزیں دنیا میں بیکار نظر آنے والی اور بے غرض و مقصد نظر آنے والی اپنے موقع اور محل پر ایسی ضروری بن جاتی ہیں کہ انسان ان کے بغیر گزارہ ہی نہیں کر سکتا بلکہ میں کہوں گا یہ انسانی دماغ کے تنزل کی علامت ہے کہ وہ کسی چیز کو بے کار قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ۔ [3] ہر وہ چیز جو دنیا میں قائم رکھی جاتی ہے اس کے قائم رکھے جانے کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے۔ ہر وہ چیز جو مضر ہو دنیا سے مٹا دی جاتی ہے لیکن جب تک وہ اپنے اندر نفع کی کوئی نہ کوئی صورت رکھتی ہے اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں قائم رکھتا ہے۔ اسی قانون الٰہی کے ماتحت ہر انسان دنیا میں زندہ ہے یہ چرند پرند زندہ ہیں اور ہر چیز جو اپنی موجودہ حالت پر قائم ہے کوئی نہ کوئی نفع اپنے اندر رکھتی ہے۔ جو انسان مرجاتے ہیں وہ اپنے کام کو پورا کر جاتے ہیں مگر ان کی ہڈیاں مٹی میں مل کر اور

رنگ میں فائدہ دیتی ہیں۔ ان کی ہڈیوں سے فاسفورس اور نمک اور کئی اجزاء حاصل ہوتے ہیں پھران سے کھیتوں کے تیار ہونے میں بھی مدد ملتی ہے۔

پس مرنے والے کی صرف شکل بدل گئی ہے ورنہ اس کے بعض حصے چونکہ ابھی نفع رساں ہیں اس لئے اسے فنا نہیں کیا گیا۔ فنا وہی چیز ہوتی ہے جو بے نفع ہو جاتی ہے اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز نفع رساں ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے زمین و آسمان کو انسان کے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے تو معلوم ہوا کہ دنیا کی کوئی چیز فنا کے قابل نہیں وہ اینٹ، روڑے اور گھاس پھوس جسے ہم بے فائدہ سمجھتے ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے اندر مقصد اور فائدہ رکھتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ انہیں پیدا ہی کیوں کرتا اور اگر ان کی غرض و غایت ختم ہو جاتی تو انہیں قائم ہی کیوں رکھا جاتا۔

میں نے ایک دفعہ اس مسئلہ پر غور کیا تو اس سے دنیا کی عمر کا اندازہ لگا لیا۔ میں نے دیکھا کہ پہاڑوں کی غاروں میں اور ان کی چوٹیوں پر ہزارہا قسم کی گھاسیں اور جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں اور سوکھ کر گر جاتی ہیں جن سے کوئی انسان فائدہ نہیں اٹھاتا۔ ہزاروں لاکھوں ٹن پانی آسمان سے گرتا ہے جس میں سے قلیل حصہ انسان کے کام آتا ہے باقی سب کا سب سمندر میں جا گرتا ہے۔ ایک لمبا سلسلہ پہاڑوں کا ہے جن میں ہزارہا غاریں ایسی ہیں جو میلوں زمین کی سطح میں دھنس گئی ہیں ان تمام چیزوں کو میں نے دیکھا اور غور کیا کہ جب قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری چیزیں ہم نے دنیا کے استعمال اور فائدہ کے لئے پیدا کی ہیں تو آخر یہ کیوں ہو رہا ہے۔ کیا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں آتا کہ اس نے اتنی چیزیں بے فائدہ پیدا کی ہیں اور اعتراض کرنے والے یہ اعتراض کرتے بھی ہیں۔ ہزاروں فلاسفر دنیا میں ایسے ہیں جو یہ اعتراض کرتے بھی ہیں کہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر پیدا ہونے والی گھاس، تہہ خانوں میں مرنے والے کیڑے مکوڑے، ہزاروں قسم کے پرندے جو کبھی انسان کے کام نہیں آتے یہ سب اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کئے ہیں۔ میں نے اس مسئلہ پر غور کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ جس مذہب نے یہ تعلیم دی ہے کہ انسان کی غذا اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے مشترک بنائی ہے وہی اس عقدہ لاینحل کو حل کر سکتا ہے۔

وہ مذہب جو صرف حیوانی غذا تجویز کرتا ہے یا نباتاتی غذا تجویز کرتا ہے وہ اسے حل نہیں کر سکتا۔ وہ مذہب جو یہ کہتا ہے کہ روحیں آسمان سے گرتی ہیں وہ بھی اسے حل نہیں کر سکتا۔

پھر وہ مذہب جو یہ کہتا ہے کہ انسان مڑمڑ کر دنیا میں آتا ہے کبھی چرند بنتا ہے کبھی پرند اور کبھی کسی اور صورت میں دنیا میں آتا ہے وہ بھی اسے حل نہیں کرسکتا۔ اسے حل کرنے کے لئے کسی ایسے مذہب کی ضرورت ہے جس کا دعویٰ یہ ہو کہ انسان ایک ہی بار دنیا میں آتا ہے اور اس کی غذا سب چیزوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ تب میں نے زمین کی طاقتوں پر غور کیا اور سمجھا کہ یہ ہزاروں اقسام کے گھاس اور پھول پھل، حیوانات اور چرند پرند کیوں دنیا میں موجود ہیں، سبزہ کیوں متواتر پہاڑوں پر نکلتا ہے، کیوں پانی ٹپک ٹپک کر چشموں سے گرتا ہے، مختلف انواع و اقسام کے جانور کیوں پیدا ہوتے ہیں یہ سب اس گھڑی کے منتظر ہیں جب انسان انہیں کھاکر اپنے وجود میں جذب کرے تا وہ ابدی زندگی حاصل کرلیں ہر ذرہ بے تابی سے باہر نکلتا ہے کہ انسان مجھے دیکھ لے۔ پس یہ چیزیں بے فائدہ نہیں ہیں۔ ایک دوڑ ہو رہی ہے۔ انسان ایک ہی وقت سب کو استعمال نہیں کرسکتا۔ باری باری سب اس کی نظر کے سامنے آتے جاتے ہیں اور انسانی جسم میں جذب ہوتے جاتے ہیں اور جو ذرہ روح میں شامل ہو جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی ابدی رحمت کے نیچے آجاتا ہے اور جب تک کائنات کا ذرہ ذرہ انسانی روح میں جذب نہ ہوجائے گا اس وقت تک دنیا ختم نہ ہوگی اس وقت تک یہ کش مکش برابر جاری رہے گی۔ جب تک ذرہ ذرہ کو ابدیت حاصل نہ ہو اور جب تک وہ انسان کی روح میں شامل نہ ہو جائے اور جس دن ہر ذرہ کو ابدیت حاصل ہو گئی اس دن سمجھو دنیا نے اپنا مقصد حاصل کرلیا۔ یہ دنیا تب تک ہی قائم ہے جب تک انسان بنتا ہے تو دیکھو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ۔ میں کس طرح ہماری توجہ اس طرف پھیری گئی ہے کہ تم دنیا کی کسی چیز کے متعلق نہیں کہہ سکتے کہ یہ حمد الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے۔ برے سے برے آدمی کو دیکھ لو۔ ابو جہل کو ہی لے لو۔ تم کہو گے اس نے کتنا غضب کیا اور کہو گے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیوں پیدا کیا۔ اس کے زمانہ میں کوئی مسلمان یہ اندازہ نہ کرسکتا تھا کہ اس کی پیدائش کا کیا مطلب ہے لیکن تیس چالیس سال بعد جب وہ عکرمہؓ کے وجود میں ظاہر ہوا تو معلوم ہوا کہ اس کا وجود کس قدر ضروری تھا اگر اللہ تعالیٰ ابو جہل کو فنا کردیتا تو عکرمہ کہاں سے پیدا ہوتا۔ پس ابو جہل تو ایک پوسٹ آفس تھا اور درمیان کی گندی چیز کی وجہ سے آگے آنے والی عمدہ چیز تو کوئی فنا نہیں کیا کرتا۔ نکی اگر گندی ہو لیکن اس میں سے پانی پاکیزہ آرہا ہو تو اسے توڑا نہیں جاتا اور کوئی انسانی نسل ایسی نہیں ہو سکتی جو آدم سے لے کر قیامت تک گندی رہی ہو۔ پھر کسی کو کس طرح فضول اور بے کار کہا جاسکتا ہے۔ ابو جہل گو

گندہ تھا مگر اس کے صلب ترائب میں ایسی پاکیزہ چیز تھی جو رکھے جانے کے قابل تھی اور جب اللہ تعالیٰ کا غضب ابو جہل کو فنا کرنے پر آمادہ ہوتا تو عکرمہ کی روح چلا اٹھتی کہ مجھے کیوں فنا کیا جارہا ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے۔ ہر انسان کے اندر قسم قسم کی رَو ئیں چلتی رہتی ہیں کہ وہ اپنے اپنے عرفان کے مطابق اس بات کو بخوبی سمجھ سکتا ہے ورنہ دنیا کی کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ پاخانہ ہے اسے ہم باہر پھینک دیتے ہیں وہ انسانی جسم سے فنا ہو جاتا ہے پھر کھاد کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اسی سے غلے پیدا ہوتے ہیں۔ گویا جس مقام سے وہ بے فائدہ ہو گیا تھا وہاں سے اسے نکالا گیا مگر دنیا میں ابھی چونکہ اس کا فائدہ تھا اس لئے اسے دنیا سے مٹایا نہیں گیا بلکہ اس سے پھر وہ سبزہ اور ترو تازگی پیدا ہوتی ہے جس کے دیکھنے کے لئے ہم گھروں سے دو دو میل دور نکل جاتے ہیں۔ ہم اسے دیکھ کر دل کو بہلاتے ہیں مگر اس وقت یہ خیال بھی نہیں کرتے کہ یہ اسی گندے پاخانہ سے پیدا شدہ ہے۔ تو دنیا کی کوئی چیز ایسی نہیں جو حمد الٰہی کا ثبوت نہ دے رہی ہو۔ اس خطبہ میں الحمد کو پہلے رکھا اور نحمدہ کو بعد میں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حمد تو دنیا کا ہر ذرہ کر رہا ہے اور نحمدہ ہمارے متعلق ہے اور ہم تھوڑی کرتے ہیں۔ ہماری حمد تو ایسی ہے جیسے سمندر میں سے کوئی چڑیا چونچ میں پانی لے جائے۔

پس جب معلوم ہوا کہ کائنات کا ہر ذرہ اپنے اندر فوائد رکھتا ہے تو ہم کسی چیز کو حقیر نہیں کہہ سکتے اور فنا کرنے پر آمادہ نہیں ہو سکتے کیونکہ جس چیز کو ہم فنا کرنے کے لئے تیار ہو جائیں ہمیں کیا معلوم ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر فوائد رکھے ہیں۔ رسول کریم ﷺ سے کفار عذاب مانگتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمارا یہ نبی خواہ کتنی بڑی شان کا کیوں نہ ہو عذاب ہم نے اپنے قبضہ میں ہی رکھا ہے کیونکہ کیا خبر کہ وہ کسی ایسے آدمی کو بھی مار دے جسے ہم نے زندہ رکھنا ہو۔ پس دنیا کی لڑائیاں جھگڑے جو باپ، بیٹا، میاں بیوی، بھائی بھائی، رشتہ داروں اور محلہ والوں میں ہم دیکھتے ہیں یہ سب عقل کی کوتاہی کا نتیجہ ہیں۔ ہم جس چیز میں عیب دیکھتے ہیں اگر خدا تعالیٰ کی نظر میں بھی وہ ایسی ہی ہوتی ہیں تو یقیناً اسے مٹا دیا جاتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے کہ ہم عیب نہیں رہنے دیں گے اور جب تک کوئی چیز دنیا میں قائم ہے اس کا یہی مطلب ہے کہ اس کے اندر کوئی نیکی اور کوئی خوبی موجود ہے ہماری آنکھ اگر نہیں دیکھتی تو اور بات ہے۔ اگر کوئی شخص فسادی ہے تو بے شک ہو مگر ایک حصہ میں اگر وہ بے فائدہ ہے تو دوسرے حصہ میں ضرور مفید ہوگا۔ میں نے پاخانہ کی مثال دی ہے جسے ہم جسم سے

علیحدہ کردیتے ہیں مگر پھر بھی وہ بے کار اور بے فائدہ نہیں ہوتا اور یہ نہیں کہ اس میں کوئی خوبی نہ رہے۔ رسول کریم ﷺ کی نظر ہر پہلو پر تھی اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ کسی چیز کو خبیث نہ کہا کرو۔ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی خوبی ہے اور اس نکتہ کو اگر ہم سمجھ لیں تو بہت سے جھگڑے جو دنیا میں ہو رہے ہیں ختم ہو جائیں، بہت سی تلخ زندگیاں خوشگوار ہو جائیں اور بہت سے برباد گھر آباد ہو جائیں۔ یہ سب فساد اور جھگڑے اسی وقت تک ہیں جب تک ہم اپنے کو خدا سمجھتے ہیں اور دوسروں میں بھی خدا کی جھلک دیکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ کامل بہمہ وجوہ خدا ہی ہے باقی جو اشیاء ہیں ان میں سے کوئی کسی کے لئے زندہ ہے اور کسی کے لئے مردہ، کسی کے لئے مفید ہے اور کسی کے لئے غیر مفید۔ کامل صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے دوسری چیزیں اگر ایک جگہ نفع رساں ہیں تو دوسری جگہ مضر بھی ہو سکتی ہیں اور اگر دنیا کی اشیاء کو ہم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی آنکھ سے دیکھیں تو دنیا باامن ہو جاتی ہے۔ احرار کو ہی دیکھ لو یہ گو ہمارے لئے جسمانی دکھ کا باعث ہیں ان کی گالیوں کی وجہ سے ہمارے کان تکلیف اٹھاتے ہیں مگر دل مطمئن ہیں کہ خدا نے ان کو بھی کسی غرض کے لئے پیدا کیا ہے بس دنیا میں امن قائم کرنے کا حقیقی ذریعہ یہی ہے کہ انسان اس نکتہ کو سمجھ لے۔ ہر چیز جس میں ہم عیب دیکھتے ہیں۔ اپنے نقطہ نگاہ کو بدل کر اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا کم سے کم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس میں گو ہمارے لئے فائدہ نہیں لیکن دوسری جگہ یہ مفید ہے بعض شادیاں ہوتی ہیں اور اولاد نہیں ہوتی۔ میاں بیوی کو بانجھ سمجھتا اور بیوی میاں کو لیکن جب علیحدہ علیحدہ ہو کر بیوی کسی اور مرد سے اور میاں کسی اور عورت سے شادی کرلیتا ہے تو دونوں کے ہاں اولاد ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ دراصل وہ دونوں بانجھ نہ تھے وہ صرف ایک دوسرے کے لئے بانجھ تھے۔ پس بسا اوقات انسان ایک چیز کو مضر سمجھتا ہے حالانکہ وہ صرف اس کے لئے مضر ہوتی ہے یا پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اس کا استعمال غلط طور پر کر رہا ہوتا ہے اس لئے اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ کوئی شخص اگر پاجامہ کو گلے میں پہن لے تو اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکے گا کیونکہ یہ اس کا استعمال غلط ہے اور فائدہ صرف صحیح طور پر استعمال کرنے سے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

(الفضل ۲۷۔ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۳، ۴)

۱؎ الفضل ۲۴۔ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۱

۲؎ مسند الامام الاعظم (سنن ابی حنیفہ) کتاب النکاح　　　۳؎ الرعد : ۱۸